Tarjihaat
Volume: 1
Issue: IV
November 2021

آن لائن ادبی رسالہ
ترجیحات

ISSN:2583-0082

ناہید طاہر

ریاض، سعودی عرب

nahidtahir2000@yahoo.com

افسانہ

اندھیروں سے اُجالوں تک

صائمہ کی کار جوں جوں پہاڑیوں سے نیچے اترتی جارہی تھی موسم کافی خوشگوار ہوتا نظر آرہا تھا۔ ہر طرف بہار لیے گنگناتی ہوئی ہریالی ،خوشنما پھلوں، پھولوں سے لدے درخت، لہلہاتی ہوئی فصلیں، تروتازہ مویشی اوران دیہاتی لوگوں کے وجود پر چھائی ہوئی طمانیت جو ان کی شکلوں پر رقص کناں تھی۔

’’بابا! گاؤں کی معطر فضائیں ہمیں گلے لگاتی ہوئی محسوس ہورہی ہیں۔‘‘ صائمہ سرور آمیز لہجے میں کہتی ہوئی کھلکھلائی

’’خوبصورت رنگوں سے مزین یہ وادیاں کلثوم کی یادوں سے معطر ہیں‘‘ افضل شاہ نے پگڈنڈیوں پر نظریں پھیلائے ہوئے اداس لہجے میں جواب دیا۔ صائمہ کا شوہر عمیر پہلو بدلتا ہوا گویا ہوا

’’بابا! آپ نے اس گاؤں کے ایک ایک پتھر کو تراشا ہے، سنگ تراشی ایسی کہ پتھر جی اٹھے ہیں۔‘‘ صائمہ اپنے بابا کو پیار سے دیکھتی ہوئی گاڑی کو بریک لگائی۔ لوگ گاڑی کے قریب جمع ہونے لگے۔ ولی خان بھی اپنے ناتواں بوڑھے جسم کو لاٹھی کے سہارے گھسیٹتا ہوا گاڑی تک پہنچا۔

''ناناجان!'' صائمہ گاڑی سے اتر کر ولی خان کے گلے جا لگی۔ جیسے ہی افضل شاہ پر نظر پڑی، ولی خان نے چہرہ پھیر لیا۔ افضل شاہ نے دیکھا ولی خان کی پیشانی پر ناگوار سی شکنیں ابھر آئی ہیں۔

''گاؤں کی پہلی ڈاکٹر کا استقبال ہے۔'' لوگوں نے پُر مسرت لہجے میں صدا بلند کی یہاں سب کچھ بدل گیا تھا، صرف ولی خان کی نفرت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی یہ نفرت تو افضل شاہ کے تیئں کسی پتھر کی طرح سخت تھی۔ افضل شاہ کے لیے یہ بات نہایت تکلیف دہ تھی۔ اس نے اپنی زندگی کا قیمتی وقت اس گاؤں پر نچھاور کیا تھا، قربانی اور محنت کا صلہ، خسر کی بے اعتنائی اور نفرت سے ملا تھا۔ آج بھی ولی خان کے دل میں یہ زخم تازہ تھے کہ افضل شاہ نے بیٹی کو باپ سے نا صرف جدا کیا، بلکہ اس کا قاتل بھی ہے!!!!

یہ کیسے ممکن تھا؟ کلثوم تو اس کی جان، اس کی محبت تھی!!!

گرم پانی سے غسل اور دیسی گڑ کی چائے نے سفر کی تمام کلفتیں دور کر دیں
'' کیا واقعی آپ نے مما کا خون کیا؟'' شام کے کھانے کے بعد صائمہ نے بابا سے استفسار کیا تھا
''یہ خیال بھی کیونکر آیا؟'' افضل شاہ کانپ گیا
''بابا! آپ ہی ہمیشہ کہتے ہیں کہ نانا آپ کو گناہ گار سمجھتے ہیں؟'' کئی سالوں بعد صائمہ نے اپنے دل کے چھالوں کو ادھڑتے ہوئے سسکاری بھری۔

لایپ ٹاپ گود میں رکھے وہ کچھ اہم ای میل چیک کر رہی تھی۔ عمیر قریب ہی بیٹھا تھا، افضل شاہ کچھ ہی فاصلے پر چارپائی پر لیٹا ہوا، دور آسمان پر چمکتے ستاروں میں گم ہمیشہ کی طرح کلثوم کو تلاش کر رہا تھا۔
بہت دور اونچی عمارت پر رنگین قمقموں سے آراستہ بیٹی کے نام کا بورڈ ان سرد مہکتی ہواؤں میں جھومتا نظر آیا
''میرے خوابوں کی تعبیر!!'' افضل شاہ بڑبڑایا۔ یہ واحد اسپتال تھا، جسے گاؤں کی پنچایت نے سرکاری مدد سے تعمیر کروایا تھا۔ عمیر ان ہی ستاروں کی چمک اور چاندنی کی نوخیزی میں صائمہ کے رخِ روشن کو بے خودی کے عالم میں نہار رہا تھا، چاند کی عمودی کرنیں اس کے بدن کو بھگو رہی تھیں دودھیا چاندنی میں اس کا سراپا کسی سنگِ مرمر کے حسین مجسمے کی طرح چمکتا دکھائی دے رہا تھا۔

"تم دنیا کا سب سے حسین مجسمہ ہو!!" اس نے سرگوشی کی تو صائمہ شرما گئی اور بابا کی جانب دیکھتی ہوئی عمیر کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

رات تاریک تھی، لبِ سڑک بلب کی زرد روشنی تاریکی کا خاتمہ کرنے کی ناکام کوشش میں کسی بیوہ کی طرح سسکتی نظر آ رہی تھی۔۔ گاہے گاہے کیڑوں کی آوازیں تاریکی کو جیسے ہولناک بنانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ صائمہ چارپائی پر لیٹی ہوئی چپ چاپ آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ بابا اس کے سرہانے بیٹھے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے، عمیر نائٹ شفٹ ڈیوٹی انجام دے رہا تھا۔ صائمہ دور آسمان پر بکھرے ستاروں کو تکتی ہوئی اداس لہجے میں بولی "ناناجان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

افضل شاہ کربناک لہجے میں گویا ہوا

" سوچ رہا ہوں، میں اس گاؤں سے ہمیشہ کے لیے چلا جائوں تاکہ تمھارے ناناجان کی یہ نفرت کا خاتمہ ہو۔" صائمہ نے جھرجھری لی

" اگر آپ چلے جاؤ گے تو شاید میں بھی یہاں رہ نہ سکوں!!!!" افضل شاہ کی آنکھوں کے گوشے بری طرح بھیگنے لگے

"کئی سال پہلے جب میں اپنی پڑھائی مکمل کیے لوٹا تھا، ارادوں کی پختگی کے علاوہ ایک ضد بھی میرے ہمراہ تھی، اس گاؤں کا مقدر بدلنے کی ضد "!!

" بابا! جو لوگ بندوں کے لئے خیر کا راستہ تلاش کرتے ہیں رب العزت ان کی نسلوں میں خیر منتقل فرمادیتے ہیں" صائمہ پہلو بدلتی ہوئی بابا کی نم آنکھوں کی نمی اپنی انگلیوں کی پوروں میں جذب کرنے لگی

"بے شک! اس کی مثال تم ہو!" افضل شاہ نے بیٹی کو فخر سے دیکھا

"آگے بھی تو سنائیں" افضل شاہ گرد آمیز ماضی میں جھانکا اور دور خلاؤں میں دیکھتا ہوا گویا ہوا

" یہاں کے بچے، بوڑھے جوان سبھی تعلیم سے ناآشنا، بالکل جاہل تھے۔ ایک جنگل راج تھا۔ پورے گاؤں میں رب کی معصیت اور نافرمانی کا ارتکاب ہو رہا تھا۔ شام تلے، سناٹوں کی چادر پھیل جاتی۔ نوجوان چائے کی دکان اور دھابوں میں بیٹھے گپ شپ میں مشغول، کوئی بیڑی سے شغل کرتا تو کوئی مقامی شراب سے بہکنے لگتا، تو کوئی چرس اور گانجے کا نشہ کرتا۔ جب رات گہری ہوتی تو یہ نوجوان لڑکھڑاتے قدموں تلے اپنی جھونپڑیوں کی سمت بڑھ جاتے، نشے کی حالت میں مظلوم عورتوں پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑتے ہوئے اپنی مردانگی کا جیسے ثبوت پیش کرتے، گالی گلوچ، رونا چلانا، دبی دبی سسکیاں، گاؤں کا مقدر ان ہی آہوں سے لکھا گیا تھا۔

وسیع چوپال میں مسائل کا حل تلاش کرتے ہوئے اراکین سر جوڑے بیٹھے رہ جاتے۔ تمھارے ناناجان یعنی ولی خان اسی پنچایت کے ایک اہم ممبر اور نہایت مالدار انسان تھے۔ گاؤں میں بہت دبدبہ قائم تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ گاؤں کی تقدیر بدل جائے۔

ایک صبح گرد آلود چبوترے پر ایک من موہنی سی شکل والی لڑکی کھڑی نظر آئی جو مجھے امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی، یہ کلثوم تھی۔!!

اس لڑکی کے حوصلے نے، کئی پست حوصلوں کو بلند کیا اور کئی مائیں، اپنے بچوں کو چبوترے پر لے آنے کا حوصلہ جتھا پائیں۔۔۔۔اس طرح ایک چھوٹا سا اسکول بنایا گیا، بچوں کو کتابیں، کاپیاں وغیرہ ہر چیز حکومت کی جانب سے مہیا کروائی گئی مگر افسوس لڑکیوں کے تعلق سے ان کی سوچ پھر بھی نہیں بدل سکی، لوگ لڑکیوں کی پیدائش پر ماتم کرتے نہیں تھکتے ان کی نظر میں، بیٹی کی پرورش اور اس کی تعلیم و تربیت گویا وقت اور پیسے کا زیاں تھا۔ تعلیمِ نسواں بہت ہی معیوب اور برائیوں کی جڑ سمجھی جاتی تھی۔انہیں اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ مرد کی تعلیم تو محدود رہتی ہے جبکہ ایک عورت کی تعلیم اس کی کئی نسلوں کو سنوار سکتی ہے۔بقول ان کہ " تعلیم سے لڑکیوں کے سرکش اور بھکنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں"

"وہ بڑی ہو کر سر اور کمر پر مٹکی اٹھانے کے بجائے ہاتھ میں قلم تھامے آرام سے زندگی بسر کر سکتی ہے۔ جیسے ٹیچر، ڈاکٹر"!!

"ڈاکٹر نہیں، بالکل بھی نہیں ہمارے گاؤں کی عورتیں بے حیا نہیں۔"

" اگر آپ کی لڑکیاں ڈاکٹر نہیں بنیں گی تو پھر اس گاؤں کی عورتوں کا علاج کون کرے گا؟ بچوں کی ولادت کے لیے کیا آپ کسی مرد ڈاکٹر کے پاس جانا پسند کرو گے؟"

"ہمارے پاس ڈاکٹر کرشنا مورتی ہیں" حیوانات کا ڈاکٹر کرشنا مورتی جو جانوروں کا کم انسانوں کا زیادہ علاج کیا کرتا تھا۔

"عقل کے ناخن لو! وہ حیوانات کا ڈاکٹر ہے۔"

"لیکن ڈاکٹر تو ہے!" میں سوچتا، بھینس کے آگے بین بجا رہا ہوں۔

"ہماری عورتوں کی زچگیاں تو گھروں میں ہوتی ہیں۔ باہر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" تب مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ کن پتھروں سے سر ٹکرا رہا ہوں۔

کلثوم جو کہ ولی خان کی اکلوتی اولاد تھی۔ وہ بہت ذہین اور سمجھدار لڑکی تھی۔ وہ اپنے باپ اور پنچایت سے بغاوت کر کے پڑھنے آئی تھی۔ ایک سال کے اندر اندر اس نے پچھتر فیصد دیہاتی خواتین کا رجحان پڑھائی کی جانب مبذول کروایا۔ یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا۔ کلثوم سے میں شادی کرنا چاہتا تھا ولی خان اس بیاہ کے خلاف تھا۔ کلثوم نے ایک اور مرتبہ بغاوت کی، اس طرح نفرتوں کے سائے تلے ہم گاؤں کو گلزار بناتے چلے گئے۔

کلثوم امید سے تھی،اس کے باپ نے ہماری خوشیوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔کلثوم اندرونی خلفشار میں مبتلا بہت خاموش رہنے لگی تھی۔جب نواں مہینہ شروع ہواتوایک رات اس کی اچانک طبیعت بگڑ گئی،دراصل وہ حمام میں گر گئی تھی۔اسے لیبر پین شروع ہوا تھا۔میں بیوی کو لے کر شہر جانا چاہتا تھا۔بیل گاڑی تیار بھی کر لی تھی۔اس دن ولی خان پہلی مرتبہ ہمارے گھر آکر کلثوم کو گلے لگایا کلثوم درد بھول گئی،اس کے چہرے پر تتلیاں مسکرانے لگیں۔ولی خان نے مجھے شہر جانے سے روک دیا کیونکہ شہر کا فاصلہ کئی گھنٹوں کی مسافت پر تھا۔راستے میں گھنا جنگل بھی پڑتا تھا۔میں سر تھام کر بیٹھ گیا۔

دائی کو گھر بلایا گیا۔ڈاکٹر بھی کچھ ہی دیر میں پہنچ گیا تھا۔

''حیوانات کاڈاکٹر ڈیلیوری کرے گا؟''میں حیران تھا۔

''وہ تجربے کار ہےاور پھر اسی نے کلثوم کی ماں کی زچگی بھی کی تھی''جواب ملا

''آپ سمجھتے کیوں نہیں! یہ حیوانات کاڈاکٹر ہے اسے انسانی دوائیاں اور علاج کی کوئی سوجھ بوجھ نہیں۔''میں نے دبے انداز میں احتجاج کیا۔

''ہمیں علاج نہیں صرف زچگی تو کروانی ہے۔''ولی خان نے لاپرواہی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

کلثوم کی قوت مدافعت اتنی کمزور ہوچکی تھی کہ اب اس سے سہی سے بیٹھا بھی نہیں جارہا تھا۔سانسیں الجھنے لگی تھیں۔دائی نے پانی گرم کرنے کو کہااور تیز بلیڈ، قینچی کے علاوہ ضرورت کی تمام اشیا منگوائی لالٹین کی روشنی میں اس کے ہاتھ چلتے رہے پھر وہ گھبرائی ہوئی باہر آئی اور وحشت زدہ لہجے میں چلائی

''کلثوم کی حالت بگڑنے لگی ہے۔''مجھے ایسالگ رہا تھا جاہلوں کے درمیان کھڑا اپنی شہ رگ پر خنجر چلارہا ہوں۔

''بچہ آڑا ہو گیا ہے''ڈاکٹر نے بھی باہر آکر اطلاع دی۔

''سیزرین کی سخت ضرورت ہے لیکن ہم کر نہیں سکتے۔کیونکہ ہمارے پاس تجربہ اور آلات کی کمی ہے۔''

''خدایا رحم!''میں لہرا کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

''کلثوم کی سانسیں نہیں چل رہی ہیں۔''دائی دوبارہ ہذیانی انداز میں چلائی تو مجھے غش آگیا

''زچگی سے پار لگنا، کوئی معمولی بات ناہی!''عورتیں غمگیں بیٹھیں ایک اور ماں کو موت کے حوالے دیکھ کر باتیں بنانے لگیں کیونکہ گاؤں میں آئے دن ڈیلیوری میں اموات ایک عام بات تھی۔

''بچہ؟''میں نے تڑپ کر دائی کی طرف دیکھا۔

''ہم بے بس ہیں''دائی نے کہا

''ڈاکٹر میرے بچے کو بچالو''میں نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لیے
'' میں مجبور ہوں''ڈاکٹر نظریں چرا گیا میں خاموش نگاہوں سے کلثوم کو دیکھتا رہا۔اس کی آنکھیں جیسے کسی کے انتظار میں کھلی رہ گئی تھیں۔میں نے دھیرے سے اس کی آنکھوں کو بند کیا، میں ایک سائنس طالب علم تھا، کالج کے دور میں کئی مرتبہ سیزرین کیس دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔میں نے فیصلہ کرتے ہوئے سختی سے کپکپاتے ہاتھوں کو بھینچ لیا۔

افضل شاہ نے ماضی کے جھروکوں کو بند کیا۔ہوائیں سائیں سائیں کی آوازیں کرتی ہوئیں ماحول پر خوفناک ہولناکی طاری کرر کھی تھیں۔بابا کے گھٹنوں پر سر رکھے صائمہ ہچکیاں لیتی رہی۔موبائل مسلسل بج رہا تھا۔ساڑھے سات بج رہے تھے لیکن ایسا لگ رہا تھا رات گہری ہو گئی ہو۔''فون اٹھالو بیٹی!'' صائمہ فون پر نظر دوڑائی۔شوہر کی کال تھی۔
''ہیلو''!
'' صائمہ!ایمرجنسی ہے تم جلدی سے اسپتال پہنچو۔''اس نے عمیر کو کچھ ہدایتیں دیں،کچھ توقف بعد فون بند کیا اور بابا سے گویا ہوئی

''بابا!آپ کے حوصلوں کو سلام!!!افضل شاہ کی گیلی آنکھوں میں تبسم کھلا۔صائمہ نے گاڑی کی چابی اٹھائی،راستے میں نانا جان کو پک کیا اور انھیں اپنے ساتھ اسپتال لے آئی،ولی خان حیران کہ اتنی رات کو صائمہ اسپتال کیوں لے آئی۔؟

آپریشن تھیٹر تیار تھا۔ولی خان کمرے کے بالکل وسط میں بیٹھا صائمہ کو سیزرین کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔حاملہ لڑکی بہت مشکل سے سانس لے رہی تھی۔اسے آکسیجن لگا یا گیا
''جلدی کریں۔''صائمہ مضطرب لڑکی کو جھکا کر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں انستیشیہ دیا۔لڑکی درد سے کراہنے لگی
ولی خان کے بدن کو ایک جھٹکا لگا۔وہ لڑکی کی جگہ کلثوم لیٹی نظر آئی
''کلثوم۔۔۔!"ولی خان کے لب تھرااٹھے۔سوچ کے جھرکوں سے دردناک ماضی کپکپاتا ہوا جھانک رہا تھا۔
کلثوم کا سر دہوتا جسم تیز تیز سانس لے رہا تھا۔جیسے کوشش کر رہا ہو کہ زندگی کی رمق برقرار رکھ سکے۔لیکن افسوس وہ ناکام ہوئی۔موت نے زندگی پر فتح یابی حاصل کرتی ہوئی اس کے چہرے پر بے بسی کی مہیب چادر پھیلادی۔

افضل شاہ کانپتے ہاتھوں سے بلیڈ اٹھا رہا تھا۔ولی خان پوری قوت سے چلایا

" افضل شاہ! کلثوم میری لخت جگر ہے۔اس کا پیٹ یوں نہ چاک کر۔۔۔!!!"موت کے وحشی سناٹوں میں اچانک بچے کے رونے کی آواز گونجی تو اس انہونی پر گاؤں کی عورتیں حیرت سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگیں۔افضل شاہ کے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے دیکھ کر ولی خان کی آنکھیں سرخ انگاروں کی مانند دہکنے لگیں۔افضل شاہ بچے کو فضا میں اٹھا کر مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"گواہ رہیں۔۔۔!!!!! یہ معصوم بچی ایک دن اس گاؤں کی ڈاکٹر ہو گی اور کسی کلثوم کو اس طرح بے بسی سے مرنے نہیں دے گی۔"!!!!

ماضی کا عکس دھندلا گیا، تمام بدگمانیوں کے بادل چھٹ چکے تھے کیونکہ صائمہ اس نازک اندام کا کئی آلات کے ذریعے پیٹ چاک کر چکی تھی۔ معصوم نومولود، روتا ہوا کمرے میں موجود سبھی کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر رہا تھا

"نانا جان! اگر بابا چابکدستی سے مما کی سیزرین نہیں کرتے تو شاید گاؤں ایک بہترین ڈاکٹر کھو دیتا۔"ولی خان کا بدن کانپنے لگا۔اس نے لرزتی آواز میں کہا

" صائمہ! افضل شاہ قاتل نہیں، وہ تو مسیحا ہے۔"جواب میں صائمہ طمانیت سے مسکرائی۔ جاہلت کا اندھیرا تو کبھی کا چھٹ چکا تھا۔آج برف کی طرح منجمد نفرت بھی پگھل کر اپنی ہار تسلیم کر چکی تھی۔

***